قال اللہ تعالیٰ

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا

بناءً علیہ

رسالہ نافعہ برائے اہل ایمان

مسمّٰی بہ

وصیۃ الرحمٰن
لعداوۃ الشیطان

(یعنی علامہ فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ کی تنبیہ الغافلین کے ایک باب کا ترجمہ)

مترجم عبد الرحمٰن

(عفا اللہ عنہ الذنوب والعصیان وعافاہ عن موجبات النقص والخسران)

الہ آباد

شوال المکرم سنہ ۱۳۹۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

علامہ فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ کی تنبیہ کا ایک باب

"شیطان کی انسان دشمنی اور اسکی خفیہ چالیں"

حدیث: حضرت ابن شہاب زہریؒ حضرت صفیہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح جاری وساری رہتا ہے۔ (یعنی جس طرح سے کہ بدن انسان کا کوئی حصہ خون کی رسائی سے خالی نہیں ہے اسی طرح سے سمجھو کہ اس کے جسم کا کوئی جزو شیطان کے تصرف سے محفوظ نہیں ہے۔ آنکھ، کان، ناک، زبان، شرمگاہ، ہاتھ اور پیر حتیٰ کہ قلب سب پر اس کو دسترس حاصل ہے جس عضو سے چاہے گناہ صادر کرادے۔ آنکھ کا گناہ بدنظری ہے۔ کان کا غیبت اور گانا وغیرہ سننا ہے۔ زبان کا کذب۔ غیبت چغلی، اور جھوٹی قسم وغیرہ کھانا ہے۔ اور قلب کا گناہ بدظنی کرنا ہے اور حق میں شک وشبہ کرنا۔ اور خطرات ردیہ اور وساوس مہلکہ کا شکار ہونا ہے۔ ان میں سب سے اہم قلب کا گناہ یعنی شک وشبہ اور خطرات ووساوس ہیں۔ چونکہ یہ بھی شیطان کی جانب سے پیش آتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اس سے محفوظ رہنے کا جو طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمایا۔ حضرت مولانا یہاں اسکو بیان فرماتے ہیں)۔

حدیث: ۔ حضرت کلبیؒ ابو صالحؒ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سورہ ناس کی یہ تفسیر بیان فرماتے تھے کہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ آپ فرمائیے کہ میں لوگوں کے رب یعنی سید اور مالک کی پناہ چاہتا ہوں ۔ مَلِكِ النَّاسِ جو کہ تمام جن اور انس کا بادشاہ ہے ۔ اِلٰهِ النَّاسِ جو کہ لوگوں کا معبود ہے ۔ حضرت ابن عباسؓ اِلٰه کا ترجمہ خالق سے فرماتے ہیں یعنی لوگوں کا خالق ہے ۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۔ وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے اور مراد اس سے شیطان کو لیتے تھے ۔ الْخَنَّاسِ جو چھپ کر وسوسہ ڈالتا ہے یعنی وہی شیطان ۔ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ جو کہ مخلوق کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے جنوں کے بھی اور انسانوں کے بھی ۔ فرماتے تھے کہ یہ وسوسہ ڈالنے والا خناس جنوں کے صدور میں بھی داخل ہوتا ہے جس طرح سے کہ انسانوں کے قلوب میں داخل ہوتا ہے پس سب ہی قلوب میں وسوسہ ڈالتا ہے لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتا ہے تو پھر یہ غائب ہو جاتا ہے اور اس کے سینے سے نکل بھاگتا ہے ۔

(ظاہر ہے کہ شیطان کی اس عملداری کو دیکھ کر انسان گھبرا سکتا تھا اس لئے مومن کی تسلی کے لئے مؤلفؒ نے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرمایا) :۔

حدیث: ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو! سنو) میں داعی اور مبلغ (ضرور) بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن کسی کو ہدایت دینا یہ میرے قبضہ میں نہیں ہے ۔ اسی طرح سے ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو بس مزین کرنے کی قوت تو دی ہے باقی یہ جس کو وہ چاہتا ہے اسے گمراہ بھی کر دے ۔ یہ اس کے اختیار کی بات نہیں مطلب یہ کہ شیطان صرف وسوسہ ڈال سکتا ہے اور معصیت کو بنا سنوار کر اور مزین کر کے پیش کر سکتا ہے ۔ پس اس سے

۱ؔ اس سے مراد ان کی مشہور تالیف تنبیہ الغافلین باحادیث خاتم الانبیاء والمرسلین ؐ ہے ۔ مترجم

زیادہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۵ (انسان گمراہ خود اپنے اختیار اور اپنے فعل سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قیامت میں بھی صاف نکل جائیگا اور کہے گا کہ میرا تم پر کچھ زور تھوڑا ہی تھا، میں نے تو صرف ایک چیز کو مزین کرکے تمہارے سامنے پیش کیا۔ تم ہی نے اس پر عمل بھی کر لیا۔ لہذا مجھے ملامت کرنے کے بجائے خود اپنے کو ملامت کرو) جب معاملہ یہ ہے تو ـــــ آگے مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ ـــــ انسان کو چاہیئے کہ اپنے نفس سے وساوس کے دفع کرنے میں کوشش کرے اور اپنے حقیقی دشمن کی بھرپور مخالفت کرے، اس لئے کہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا۔ یعنی بلاشبہ شیطان تمھارا دشمن ہے۔ لہٰذا اس کو اپنا دشمن بناؤ۔ یعنی اپنا مخالف جانو اور اس سے احتیاط رکھو۔

اسی طرح سے عاقل کو چاہیئے کہ اپنے دوست اور دشمن کو پہچانے تاکہ دوست کا کہا مانے اور دشمن کی بات کی جانب التفات نہ کرے۔ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ ـــــ

مقولہ ـــ "جاہل کی چار علامات ہیں"

۱۔ ایک یہ کہ بلا وجہ یعنی بے محل غصہ کرے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ باطل اور خلافِ شرع امور میں اپنے نفس پر چلے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ بے موقع یعنی خلاف حق جگہوں پر مال صرف کرے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ دوست اور دشمن کی اسکو تمیز نہ ہو بلکہ دوست ہی کو دشمن

---

۵ یہ خود بھی بڑی تسکین کی بات ہے اور اس سے بڑھکر تسلی کی بات یہ ہے کہ قرآن میں اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا شیطان کی چالیں بودی اور کمزور ہوتی ہے پس مسلمان کو اس پر ایمان رکھ کر شیطان سے ہار نہ ماننی چاہیئے بلکہ اس کو ہرا دینے کی ہمت، اور یقین رکھنا چاہیئے۔

جانے اور دشمن کو دوست سمجھے اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ شیطان کی تو اطاعت کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو پسِ پشت ڈال دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طاعت کو شیطان کی طاعت سے بدلنا کتنا برا تبادلہ ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ○

یعنی کیا تم شیطان اور اس کی ذریت کو دوست بناتے ہو مجھے چھوڑ کر حالانکہ یہ سب تمہارے دشمن ہیں۔ جو لوگ ظالم ہیں کیا ہی برا ان کا بدلہ ہے یعنی خدا کی ولایت کے بدلے شیطان کی ولایت ان کے حصے میں آئی۔ جیسے کو تیسا۔

اسی طرح سے عاقل شخص کی بھی چار نشانیاں ہیں :-

۱۔ جاہل کے ساتھ حلم سے پیش آنا یعنی اس کے جفا کو برداشت کر لینا اور بردباری اختیار کرنا۔

۲۔ لغو اور باطل کاموں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا۔

۳۔ ضرورت اور موقع پر مال خرچ کرنا۔

۴۔ دوست اور دشمن کو پہچاننا اور ان میں تمیز کرنا۔

حضرت وہب بن منبہ کا ارشاد

فرمایا کہ ایک بار ابلیس کی ملاقات حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام سے ہوگئی۔

اس سے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ مجھے تو انسانوں کی طبیعتیں اور

نے کتنے قسم کی پائی؟ کہا کہ حضرت! ایک صنف تو آپ جیسے لوگوں کی ہے یعنی معصوم جو کہ معصیت کرنے پر قادر ہی نہیں ہیں (اسلئے ہمارا ان پر کوئی بس نہیں چلتا)۔

دوسرے قسم انسانوں کی وہ لوگ ہیں جو ہماری مٹھی میں بالکل اسی طرح سے ہیں جیسے بچوں کے ہاتھ میں مٹھائی۔ (ان سے میں بھی خوب متلذذ ہوتا ہوں۔ اور ان کی جانب سے میں بالکل بے فکر ہوں اس لئے کہ پورے طور پر میرے اختیار میں ان کی نکیل ہوتی ہے جدھر چاہتا ہوں گھماتا رہتا ہوں)۔

تیسرے قسم انسانوں کی ایسی ہے جو ہم پر سب قسموں سے بھاری پڑتی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم بڑی بڑی مشکلوں سے تو ان پر قابو پاتے ہیں اور بالآخر اپنا مقصد حاصل بھی کر لیتے ہیں یعنی ان سے گناہ کرا دیتے ہیں لیکن ادھر ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ توبہ و استغفار کر کے ہماری کل محنت پر پانی پھیر دیتے ہیں (اور میں جھنجلا کر رہ جاتا ہوں۔ پس اب ایسوں سے تو مایوس ہی ہوئے بیٹھا ہے (کیونکہ گناہ تو کر ہی لیتے ہیں) اور نہ ہماری مراد ہی پوری ہوتی ہے (کہ ظالم توبہ کر کے سب کاموں کا ناس مار دیتا ہے۔ اس لئے یہ صنف ہمارے اوپر بہت سخت ہے اور ان سے ہمارا ناک میں دم ہے)۔

ایک زرین مقولہ

شیطان کے آنے کے چور دروازے

ایک حکیم نے فرمایا کہ میں نے بہت غور و فکر کیا کہ آخر یہ شیطان، انسان کے پاس کس دروازہ سے آتا ہے؟ تو اس نتیجہ پر پہونچا کہ وہ دس دروازوں سے

داخل ہوتا ہے ۔

(۱) ایک تو یہ کہ وہ حرص اور سوء ظنی کے دروازے سے داخل ہوتا ہے چنانچہ میں نے سد باب کے طور پر اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور قناعت اختیار کیا۔ (قناعت کی وجہ سے حرص کا خاتمہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ پر نظر اور اعتماد حاصل ہونے کی وجہ سے سوء ظن کی جڑ کٹ گئی) لیکن پھر میں نے یہ خیال کیا کہ آخر یہ علاج جو میں نے تجویز کیا ہے کتاب اللہ سے بھی اس کا کچھ ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ تو الحمد للہ مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملا کہ وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (یعنی کوئی مخلوق زمین پر چلنے والی نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کی روزی ہے) ۔

(۲) دوسرے میں نے یہ دیکھا کہ وہ بقائے زندگی اور طولِ اَمل (یعنی منصوبہ) کے خیال کی راہ سے انسان کے اندر داخل ہوتا ہے (چنانچہ موت کا دور ہونا اور شیخ چلی کے سے خیالات اور آرزوؤں کا ایک لامتناہی سلسلہ اکثر اوقات دین سے اور خدا تعالیٰ سے بعید رکھتا ہے اور انسان کو ان میں اس طرح پھنسا لیتا ہے کہ موت آجاتی ہے اور ان سے رہائی نہیں ہوتی) جب میں نے اسکے گمراہی کا یہ دروازہ دیکھا تو پھر میں نے بھی اس کا مقابلہ اس طرح سے کیا کہ اچانک موت آجانے کے اندیشہ سے قلب کو بھر لیا جس کی وجہ سے طول امل اور طول اجل کے خیالات کا قلع قمع ہو گیا لیکن میں نے یہ سوچا کہ آخر کس آیت سے اسپر استدلال کروں یعنی آیت قرآنی مل جاتی تو تقویت کا سبب بنتی۔ تو مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملا کہ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۔ بس میں نے اس کے ذریعہ سے ان خیالات کو کچل کر رکھ دیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ۔

(۳) تیسرے میں نے یہ دیکھا کہ یہ شیطان انسان کے پاس آرام طلبی

اور نعمت یابی کی راہ سے بھی آتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو راحت اور انعام عطا فرماتے ہوئے ہیں، تو چاہیے اس کے کہ وہ شکر ادا کرتے ہوئے منعم حقیقی کی خدمت کیلئے اور مستعد ہو جاتا۔ ہوتا یہ ہے کہ وہ اور سست اور کاہل ہو جاتا ہے یا آرام اور راحت حاصل کرنے کے لیے بہت زیادتی دنیا کے چکر میں رہتا ہے۔ اور خدا کی یاد کیلئے اسکو فرصت ہی نہیں)، تو میں نے زوال نعمت اور فنائے دنیا کا مراقبہ کیا اور اس کو خوب مستحضر کر لیا اور نفس کو یہ کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ یعنی تم سے آخرت میں دنیوی نعمت کا بھی سوال ہوگا کہ ان کا کیا حق ادا کیا تھا تو یاد رکھو کہ جسقدر نعمت زیادہ ہوگی اسی قدر سوال زیادہ ہوگا اور جواب کے خراب ہونے کا اندیشہ رہے گا۔ پھر میں نے اس کے متعلق بھی آیت قرآنی کا مشاہدہ کی تو مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ملا۔ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا۔ الآية یعنی آپ ان (کفار) کو چھوڑ دیجئے کہ خوب کھالیں اور امور دنیا سے نفع اٹھالیں اور ان کو ان کے طول امل نے خدا اور آخرت سے غافل بنا رکھا ہے۔ اچھی بات ہے عنقریب ان کو پتہ اس کے کا انجام معلوم ہو جاتا ہے۔ (سورہ حجر رکوع ۱)

اور حق تعالیٰ کا یہ فرمان ملا۔ أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ثُمَّ جَاءَهُم مَّا كَانُوا يُوعَدُونَ (شعراء) اچھا آپ یہ بتائیے کہ اگر ہم ان کو چند سال تک متاع دنیا سے تمتع اٹھانے کا موقع دے بھی دیں تو پھر اس کے بعد؟ آخرکب نہ ایک دن وہ شئے موعود آکر رہے گی (مطلب یہ کہ زندگیوں کا طویل ہونا انسان کو موت سے اور خدا کی پیشی سے تو نہ بچاسکے گا)۔

پس ان دونوں آیتوں کے ذریعہ میں نے اپنے نفس سے راحت طلبی اور نعمت

پودری کے جذبات کا خاتمہ ہی کرلیا اور الحمدللہ کہ اس طرح سے ان کا بھی انسداد ہوگیا۔

(۴) چوتھے یہ کہ میں نے یہ بھی غور کیا یہ انسان میں عجب اور پندار کی راہ سے بھی آتا ہے۔ پس میں نے اس کا علاج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا استحضار اور ان کے ہی احسان انعام کے تصور نیز انجام کا خوف اور خاتمہ کے اندیشہ کو اپنے اوپر مسلط کرلینے کے ساتھ کیا (یعنی نفس کو یہ سمجھایا کہ آخر تم جن چیزوں کو اپنا کمال سمجھ رہے ہو اور اس کی وجہ سے اس پر پھول رہے ہو تو اپنی اور ان کمالات کی حقیقت پیش نظر کرو۔ پھر ان کے حصول اور بقاء میں تمہارا کتنا اختیار ہے اس کو سوچو اور شئے مستعار کو اپنی ملک کہنے سے شرماؤ۔ اور ڈرو کہ ایسا نہ ہو کہ مالک کی نظر پھر جائے اور وہ اپنا عطیہ سلب فرمالیں اور پھر تم کورے کے کورے رہ جاؤ۔ اس سے الحمدللہ بات اس کی سمجھ میں تو آگئی لیکن میں نے چاہا کہ اس باب میں بھی قرآن سے تائید ہوجاتی تو اچھا تھا۔ چنانچہ حق تعالےٰ کا یہ ارشاد نظر سے گذرا کہ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ یعنی ایک جماعت شقی ہوگی اور ایک جماعت سعید ہوگی اور مجھے نہیں معلوم کہ میں کن میں ہوں گا۔

پس میرے اس اتنا کہنے سے وہ باتیں باتیں ہی تو ہو کر رہ گیا اور اس طرح سے الحمدللہ کہ میں اس رذیلہ سے بھی نکل گیا۔

(۵) پانچویں یہ کہ دیکھا میں نے کہ اس کے داخل ہونے کا ایک دروازہ اپنے مسلمان بھائیوں کو حقیر جاننا اور ان کے احترام میں کمی کرنا بھی ہے تو میں نے اس کا کاٹ یہ کیا کہ نفس کو ان کے حق کو پہچنوایا اور قلب میں انکا احترام

پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پیش کر کہ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ یعنی عزت تو بس اللہ تعالیٰ کے لیئے اور اس کے رسول کے لیئے ہے۔ اور اہل ایمان کے لیئے ہے (اور نفس کو اس طرح سے قائل کیا کہ دیکھو جب مؤمن کے لیئے عزت ہونے کو اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں تو تجھے کسی مؤمن کو حقیر اور ذلیل سمجھنے اور اس کی تخفیف کرنے کا کیا حق پہونچتا ہے۔)
پس اس آیتہ سے میں نے نفس کی اس برائی کا خاتمہ ہی کر لیا۔

(۶) چھٹے یہ کہ میں نے دیکھا کہ وہ انسان کے پاس حسد کے باب سے کبھی آتا ہے (یعنی خدا کے بندوں میں سے کسی سے اس کو حسد ہو جاتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس کو جو نعمت حاصل ہے۔ مال، کمال یا حال وہ زائل ہو جائے۔
پس اسی جلن اور اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہے اور اپنے دین کا ناس مار لیتا ہے)
ابلیس کی اس گمراہی کا خاتمہ میں نے یوں کیا کہ اس کے سامنے انصاف اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہنے کو پیش کیا اور اس کو یہ سمجھایا کہ اے نادان تو جو اس شخص سے حسد کرتا ہے تو یہ تیری ناانصافی کی بات ہے اور اس کو تو ایسا خدا تعالیٰ نے بنایا ہے۔ لہذا تیرا اس پر حسد کرنا گویا خدائی تقسیم پر اعتراض کرنا ہے (معاذ اللہ)

اب خیال تو کر کہ بات کہاں تک پہونچی ہے اور حق تعالیٰ کا یہ ارشاد قرآن سے نکال کر اسکو سنا دیا کہ فرمایا نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَہُمْ مَّعِیْشَتَہُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا یعنی دنیوی زندگی میں لوگوں میں ان کے اسباب معیشت کو ہم نے تقسیم کیا ہے۔

اور جس کے مناسب حال جو سمجھا اور جتنا سمجھا اسکو دیا۔
بس یہ سنکر وہ ٹھنڈا ہو گیا اور الحمدللہ اس طرح سے حسد کی آگ بجھ گئی۔

(۷) ساتویں یہ کہ میں نے دیکھا کہ یہ شیطان آدمی میں ریاکاری اور ستائش پسندی کی راہ سے بھی آتا ہے (یعنی عمل کر کے مخلوق کے دکھلاوا اور انکی تعریف کا اسیر منتظر رہتا ہے) تو میں نے قلب میں اخلاص پیدا کر کے اس رذیلہ کا انسداد کر دیا (یعنی نفس کو سمجھایا کہ دین کا کام مخلوق کے لئے کرنے سے آخر کیا فائدہ؟ کام اس کے لئے کرنا چاہیئے جس سے بدلہ ملتا ہے اور خدا کی طاعت مخلوق کے لئے کرنا کسقدر شرم کی اور افسوس کی بات ہے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ ریاکاروں سے فرماوینگے جاؤ جن کے لئے کام کیا تھا آج انہیں سے بدلہ بھی لو۔ اسوقت کیا رہ جائیگی بہر محشر رسوا ہو جاؤ گے) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسکو سنایا کہ اللہ نے فرمادیا ہے کہ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ یعنی جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی آرزو رکھتا ہو تو اسکو چاہیئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسیکو شریک نہ گردانے (اس میں تحصیل اخلاص اور ترک ریا ہی کا حکم ہے) اس آیت سے میں نے اس کے جذبہ ریاکاری اور تعریف پسندی پر ضرب کاری لگا کر اس کا قلع قمع ہی کر دیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ۝

(۸) آٹھویں یہ کہ میں نے دیکھا کہ وہ بخل کے راستہ سے بھی انسان میں داخل ہو جاتا ہے چنانچہ میں نے مخلوق کے ہاتھ میں آج جو کچھ ہے وہ فنا ہو جانیوالا ہے اس بات کو اس کو سمجھایا اور اس پر بھی اس کا عقیدہ جما دیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے (یعنی آدمی تو یہ سمجھتا ہے کہ خدا کی راہ میں ہم جو کچھ خرچ کریں گے وہ

ہمارے ہاتھ سے نکل جائیگا اور گویا معاذ اللہ ضائع ہے۔ اور جو مال رد کے رہیں گے وہ محفوظ اور باقی رہنے والا ہے۔ تو اس کی تمام خیالی ہے یہ معاملہ برعکس ہے یعنی جو مال وغیرہ دابے رہے گا اور جمع کئے رہیگا وہ ایک دن فنا ہونے والا ہے اور جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کر دے گا گویا خدا کے پاس جمع کر دے گا۔ وہ باقی رہنے والا ہے)۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد خیال کر لیا کہ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ٥ یعنی جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ پس اس سے اس کے وبوالے بخل پیدا ہوں ہی ٹوٹ گئی۔ الحمد للہ۔

(۵) نویں یہ کہ میں نے دیکھا کہ وہ انسان کے پاس کبر و نخوت کی راہ سے بھی آتا ہے تو اس کا علاج یہ کیا کہ میں نے تواضع اختیار کی اور اپنے اندر سے بڑائی اور بزرگی کا یکسر خاتمہ کر دیا اور اسکی تائید قرآن شریف کی اس آیت سے ہوئی۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ٥ یعنی بلاشبہ ہم نے (اے بنی آدم) تم سب کو ایک مرد (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) اور ایک عورت (یعنی حضرت حوا علیہا السلام) سے پیدا کیا ہے (گویا اس طور تم سب برابر ہو) باقی خاندان اور قبیلے جو تم میں ہم نے بنا دئے ہیں تو محض اس لئے تاکہ تم میں پہچان قائم ہو جائے۔ (چنانچہ سید عبد اللہ، شیخ عبد اللہ اور عبد اللہ وغیرہ میں تم باہمی تمیز کر سکتے ہو)۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرم اور رتبہ پانے والا وہی شخص ہے جو متقی ہو یعنی عمل والا ہو اور خدا سے ڈرتا ہو۔

الحمد للہ کہ علاج نافع ہوا اور تیر انشانہ پر لگا یعنی نفس کی سرکشی اور بڑائی کا خاتمہ ہو گیا اور تواضع پیدا ہو گئی اور تقویٰ کا خیال ہو گیا۔

(۱۰) دسویں کہ میں نے دیکھا کہ وہ انسان کے پاس طمع کی راہ سے بھی آتا ہے یعنی دوسروں پر نظر کرتا ہے مخلوق سے توقع باندھتا ہے۔ خدا پر آسرا رکھنے کی بجائے انسان سے آسرا لگائے رکھتا ہے تو اسکی کاٹ میں نے یہ کی نفس کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ انسانوں سے تو بس انس بھر رکھے باقی ثقہ اور اعتماد آسرا اور بھروسہ توقع اور نظر اللہ پر ہی کرے۔ چنانچہ مجھے اس مضمون کی آیت قرآنی بھی مل گئی۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ یعنی جو شخص اللہ سے ڈریگا (اور اسکو اپنا ملجا اور ماوی گردانتے ہوئے اسی سے اپنی حاجت کہیگا اور ہر جانب سے صرف نظر کر کے بے چینی اور مضطر ہو کر اسی کی جانب رجوع کریگا اور اسی سے دعا کرے گا) تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (حاجت براری کی) کوئی نہ کوئی سبیل نکال ہی دیں گے۔ اور اسکو ایسی جگہ سے رزق عطا فرما دیں گے جہاں سے اس کو شان و گمان بھی نہ ہوگا۔ چنانچہ الحمد للہ نفع ہوا اور میں مخلوق کی جانب طمع کے رذیلہ سے بھی نکل گیا۔

سبحان اللہ ان بزرگ کا یہ مقولہ تو اس قلب پر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے بڑے ہی کام کی بات نہایت ہی دلکش عنوان سے بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشیں۔ اجمالاً وہ ابواب عشرہ یہ ہیں: — حرص و سوء ظن، بقائے حیات اور طول امل، راحت طلبی اور نعمت یابی، عجب و پندار، تخفیف و تحقیر مسلم، حسد، ریا و مدح خلق، بخل، کبر، طمع از خلق۔

فائدہ: — صاحب مقولہ نے یہ دس ابواب جو بیان فرمائے ہیں تو ان کے ذوق کے اعتبار سے یہ ان کا اپنا انتخاب ہے اور اس میں شک نہیں کہ بہت خوب ہے تاہم ابلیس کے آنے کے چور دروازوں کا کچھ ان ہی پر انحصار نہیں ہے مواقع اور

مذاق کے اختلاف سے ان کے بیان میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ یہ فرماتے ہیں کہ ؎

خواہی کہ شود دلِ تو چوں آئینہ ۔۔۔ دہ چیز بروں کن از درون سینہ
حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت ۔۔۔ بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل مانند آئینہ کے صاف و شفاف ہو جائے تو ان دس چیزوں کو اپنے سینہ سے نکالو — حرص۔ امل۔ غضب۔ دروغ۔ غیبت۔ بخل۔ حسد۔ ریا۔ کبر اور کینہ۔ اس طرح سے کہا گیا ہے کہ

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم ۔۔۔ نُہ چیز بہ نفسِ خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین ۔۔۔ تفویض و توکل و رضا و تسلیم

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنے نفس کو ان نو باتوں کی تعلیم کرو۔ صبر و شکر۔ قناعت۔ علم۔ یقین۔ تفویض۔ توکل۔ رضا و تسلیم۔

بات سب کی ایک ہے — اور عنوان مختلف ہے۔

ابلیس کی دشمنی اور گمراہی کی توقع

روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایسے وقت پہونچا کہ آپ اپنے رب سے مناجات کرنے میں مشغول تھے۔ ایک فرشتہ نے اس سے پوچھا کہ او بے مسخرے تیرا برا ہو حضرت موسیٰ کے پاس وہ بھی ایسی حالت میں کیوں آیا ہے۔ ان سے تیرا کیا مقصد حاصل ہوگا۔ اس نے جواب دیا مجھے ان سے بھی اسی چیز کی امید ہے جو میں نے ان کے والد محترم

حضرت آدم سے اسوقت توقع رکھی تھی جبکہ وہ جنت میں تھے (چنانچہ وہ) کامیاب ہوگیا
تھا اس طرح شاید یہاں بھی کامیاب ہو جاؤں۔ تو جب امید نہیں ہے تو کیوں باز رہوں)

نمازیوں سے شیطان کی عداوت

مقولہ:- کہا جاتا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ابلیس اپنے سب لشکر کو حکم دیتا ہے کہ ہاں اب تم سب لوگ روئے زمین پر پھیل جاؤ اور جہاں جہاں لوگ نماز پڑھنے جا رہے ہوں ایک ایک تم سے ان سب کے پاس پہونچ جاؤ اور اپنی پوری کوشش تو اسی امر کی کرو کہ کوئی آدمی نماز نہ پڑھنے پائے۔ چنانچہ اپنے امیر کا یہ حکم پاکر شیطان ایک ایک شخص کے پاس آتا ہے جو نماز پڑھنے کا ارادہ کرتا ہے اور اسکو مختلف دنیوی مشاغل میں لگا دیتا ہے کہ وہ نماز سے رہ جائے۔ اگر اس پر نہیں قادر ہوتا (یعنی وہ مرد مسلمان نماز کا پابند ہوتا ہے لہذا سب کام چھوڑ کر نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے) تو پھر اس کو یہ سمجھاتا ہے کہ فلاں کام کرنا ہے ذرا جلدی نماز پڑھ لینا۔ چنانچہ اس سے رکوع۔ سجدہ۔ قرأت۔ تسبیحات وغیرہ جلدی جلدی ہی ادا کرا دیتا ہے۔ (یعنی تعدیل ارکان فوت کرکے اسکی نماز کو ناقص بنا دیتا ہے) اور اگر اس پر قادر نہیں ہو پاتا تو نماز ہی میں اسکے قلب کو امور دنیا کی جانب مشغول کر دیتا ہے۔ (چنانچہ نیت بندھی ہوتی ہے رکوع سجدے بھی لمبے لمبے ادا ہوتے رہتے ہیں اور بظاہر وہ مسجد میں ہوتا ہے لیکن قلب بازار میں تجارت میں کھیتی باڑی میں کچہری میں اور مقابل کو شکست دینے کی تدابیر سوچنے میں لگا ہوتا ہے) اس طرح سے اسکا خشوع ختم کر دیتا ہے اور اسکی نماز کو بے روح بنا دیتا ہے۔ اور اگر کوئی بدنصیب شیطان ان درجات ثلاثہ میں سے کسی درجہ پر بھی قادر نہیں ہو پاتا (یعنی جس کے اوپر جا کر مسلط ہوا ہے اسنے مثلاً اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرکے نماز بھی پڑھی اور نہایت خشوع خضوع کے ساتھ پڑھی) تو ابلیس حکم دیتا ہے کہ اسکو پکڑ لاؤ

کے ہاتھ پیر باندھ کر اس کو سمندر میں ڈال دیا جائے۔ اور جو ان میں سے کوئی بھی کارنامہ کر کے آتا ہے تو وہ ابلیس کی جانب سے نوازا جاتا ہے اور مستحق انعام و اکرام قرار دیا جاتا ہے۔

(ف): دیکھا آپ نے شیطان کی عداوت کہ اسکو مسلمان کی نماز اور عبادت سے کس قدر دشمنی ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ نماز اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اسی لئے ابلیس کو مبغوض ہے اور شاید یہی وجہ ہو کہ ہر زمانہ میں یہ ابلیسی لشکر نماز اور نمازیوں کا دشمن رہا کیا ہے (اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ کی مسجدوں سے روکے اور ان مساجد کی تخریب میں سعی کرے۔

اور ہو سکتا ہے کہ اسی محبوبیت کا یہ اثر ہو کہ فرمایا کہ میں بندے سے سب سے زیادہ قریب اس کے سجدہ کی حالت میں ہوتا ہوں جبکہ وہ نماز میں سجدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی پسندیدہ نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ از مترجم)۔

ق ۱ / ۹۱

عداوت ابلیس پر خدائی تنبیہ

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابلیس نے تو یہ کہا ہے کہ: لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ یعنی میں بنی آدم کو بہکانے کی خاطر آپ کے سیدھے راستہ پر جا بیٹھوں گا یعنی اسلام کے ہر شعبے اور ہر سڑک پر پہونچکر ان کے گذرنے کا انتظار کروں گا اور جہاں کوئی مسلمان چلتا ہوا نظر آئیگا تو اس پر راستہ ہی کو بند کر دوں گا اور اس سے بچانے کی سعی کروں گا، پھر اتنا ہی نہیں بلکہ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ یعنی پھر میں ان کے پاس سامنے کی راہ سے آؤں گا مراد اس سے آخرت ہے جو سامنے ہے کیونکہ ہر شخص اسی کی جانب سفر کر رہا ہے اور اسکی راہ سے

آنے کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس کے متعلق گمراہی میں ڈالوں گا یہاں تک کہ وہ اس کے بارے میں شک میں پڑ کر بہت سے اسکا انکار ہی کر دیں گے (اور کہیں گے کہ لَا جَزَاءَ وَلَا حِسَابَ یعنی نہ جزا ملتی ہے اور نہ حساب وکتاب ہوتا ہے چنانچہ ہم نے بعض جاہلوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ؎

اب تو آرام سے گذرتی ہے　　　آخرت کی خبر خدا جانے

کہ اسکو مقام انکار ہی میں پڑھتے ہیں۔

وَمِنْ خَلْفِهِمْ۔ مراد اس سے آخرت کے مقابلہ میں دنیا ہے جو کہ پیچھے ہے یعنی اور ان کے پیچھے سے بھی آؤں گا۔ اس طرح سے کہ دنیا کو ان کے لئے اسطور پر مزین کرونگا کہ وہ لوگ اس کے عاشق ہو کر اسی سے دل لگائیں گے اور بغیر اس کے انکو چین نہ آئیگی۔

وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ۔ اسی طرح سے انکی دائیں جانب سے یعنی دین اور طاعت کی راہ سے بھی ان کے پاس آؤں گا۔ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ یعنی اور ان کے بائیں جانب یعنی معاصی کی راہ سے بھی ان کے پاس آؤں گا۔ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ۔ اور سب کو اپنی طرح سے بہکاؤں گا کہ آپ ان بنی آدم میں سے اکثر کو اپنی نعمتوں کا شکر گذار نہیں پائیں گے۔ یعنی کھائیں گے آپ کا اور گائیں گے ہمارا۔ جیسا آپ نے فرمایا ہے کہ طاعت میری کرینگے۔

(۲) ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یعنی اے آدم کی اولاد دیکھو شیطان تم کو فتنہ میں نہ ڈالدے جس طرح کہ آخر تمہارے باپ آدم کو جنت سے نکلوا ہی دیا۔

(۳) ایک اور روایت میں فرماتے ہیں کہ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ۔ یعنی شیطان تم کو (امور خیر میں خرچ وغیرہ کرنے میں) فقر اور فاقہ سے ڈراتا ہے کہ

(مال خرچ کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے) اور بری باتوں کا تم کو حکم کرتا ہے۔

(۴) اسی طرح سے ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ: اِنَّ الشَّیطٰنَ لَکُم عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوہُ عَدُوًّا۔ یعنی شیطان تمہارا دشمن ہے لہذا تم بھی اس کو اپنا دشمن جانو اور اس کو اپنا دشمن رکھو۔

(آگے مولف فرماتے ہیں کہ) دیکھو اللہ تعالیٰ نے شیطان کی عداوت کو بنی آدم کے ساتھ کیسا بیان فرمایا ہے کہ وہ ان کا دشمن ہے اور چاہتا ہے کہ جس طرح خود گمراہ ہے ان کو بھی گمراہ کر کے جہنم میں اپنا رفیق بنائے۔

لہذا ہر عاقل پر لازم ہے کہ اس کے اندر ابلیس کا جو آلہ کار (اور ایجنٹ) موجود ہے یعنی اسکا نفس اس کا خوب مجاہدہ کرے تاکہ شیطان سے رہائی نصیب ہو۔ بنی آدم میں اس کی سواری آدمی کا نفس ہی ہوتا ہے۔ جب اسکی اصلاح کرلی تو گویا شیطان کے اڈے اور مورچہ ہی کو فتح کر لیا۔ بلاشبہ یہ ابلیس مومنین کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے شر سے بچائے۔

مومن کے پانچ دشمن

اب یہ سمجھو کہ شیطان تو انسان کا دشمن ہے ہی مومن کیلئے علاوہ اس کے اور بھی دشمن ہیں جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (حدیث) فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن پانچ شدائد اور دشواریوں میں گھرا ہوا ہے۔

۱۔ ایک تو کوئی مومن ہی اسکا حاسد ہوتا ہے (جسکی وجہ سے وہ ایک تنگی میں رہتا ہے)

۲۔ دوسرا منافق جو اس سے بغض رکھتا ہے (جسکی وجہ سے وہ تکلیف میں رہتا ہے)

۳۔ تیسرا کوئی دشمن ہوتا ہے جو ہر وقت اس سے جنگ ہی ٹھانے رہتا ہے (جسکی

وجہ سے وہ پریشان رہتا ہے کہ وہ نہ تو چین سے رہتا ہے اور نہ اسکو رہنے دیتا ہے)

۴۔ چوتھے یہی شیطان جو ہر وقت اس کو گمراہ کرنے کی فکر اور تدبیر میں رہتا ہے (جسکی وجہ سے اسکو ہر وقت بیدار اور چوکنا رہنا پڑتا ہے)۔

۵۔ پانچواں دشمن مؤمن کا خود اس کا نفس ہے جو کہ ہلاکت میں گرانے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتا ہے اور مؤمن بس اللہ تعالیٰ کی اعانت ہی سے محفوظ رہتا ہے۔ ورنہ تو اس مار آستین اور ہر وقت کے ساتھی کے وار سے بچنا بڑا ہی مشکل ہے کیونکہ نفس کو وہی چیزیں پسند ہیں جن میں انسان کی ہلاکت ہے

جب صورت حال یہ ہے کہ مؤمن ہر چہار طرف سے دشمن کے نرغے میں گھرا ہوا ہے تو اسکو چاہیے کہ بس اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہے تاکہ انکی مدد پاکر اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں قوی ہو جائے اور اسکو ان امور کی توفیق ہو جو حق تعالیٰ کو پسند ہوں اور ان کی مرضی کے مطابق ہوں ۔۔۔۔ اس لئے کہ نفس ہو یا شیطان یا اور کوئی دشمن ان سب سے مقابلہ اس کیلئے بالکل آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان فرما دیں۔

ابلیس کی چیرہ دستی کب زیادہ ہو جاتی ہے ؟

اثر : حضرت عبدالرحمٰن بن زیاد بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضؓ ایک بار مسجد میں تشریف فرما تھے کہ انکے پاس ابلیس ایک رنگین ٹوپی پہن کر حاضر ہوا اور جب قریب آیا تو اپنے سر سے ٹوپی اتار کر نیچے رکھدی اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو سلام کیا حضرت نے پوچھا تو کون ہے ؟ کہا میں ہوں ابلیس۔ دریافت فرمایا کہ یہاں میرے پاس تو کیوں آیا تیرا کیا مقصد ہے ؟ کہا کچھ نہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے آپ مقبول بندے ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ

کے یہاں آپ کا خاص مقام ہے اس لئے سلام کرنے آگیا ہوں اور کچھ کام نہیں۔ فرمایا یہ کہ یہ ٹوپ (رنگین) جو تو سر پر رکھے ہوئے تھا اور ابھی اتار دیا ہے۔ یہ کیا ہے؟ کہا کہ یہی تو میرا ہتھیار ہے۔ اس سے بنی آدم کے قلوب کو اچکتا ہوں یعنی انہیں گمراہ کرتا ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ رضؓ نے فرمایا کہ اچھا یہ تو بتا کہ وہ کون سا گناہ ہے کہ جب انسان اسکا مرتکب ہوتا ہے تو تیری اس پر چیرہ دستی اور غلبہ بڑھ جاتا ہے۔ کہا کہ جب اس کے نفس میں عُجب پیدا ہوتا ہے اور جب وہ اپنے عمل کو زیادہ سمجھنے لگتا ہے۔ اور جب وہ اپنے گناہوں کو بھول جاتا ہے (یہ تین وقت ایسے ہوتے ہیں کہ) میرا اس پر قابو اور غلبہ پانا آسان ہوجاتا ہے اور میں بآسانی اس کو شکار کر لیتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سوالات اور ابلیس کے جوابات

حدیث :- حضرت وہب بن منبہؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اور آپ جو کچھ سوالات کریں ان کے جوابات دے چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں ایک شیخ یعنی بوڑھے آدمی کی صورت ہاتھ میں لاٹھی لیے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا مجھے ابلیس کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہاں کیوں آیا ہے؟ کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپکے سوالات کا جواب دوں۔

آپ نے فرمایا کہ تو تو راندۂ درگاہ ہے۔ اچھا یہ بتلا کہ میری امت میں تیرا دشمن کون کون ہے؟ عرض کیا کہ حضور پندرہ قسم کے لوگ جنکو میں اپنا سخت ترین دشمن سمجھتا ہوں وہ یہ ہیں

۱۔۔۔ ایک تو (بے ادبی معاف) حضور اقدس ہی کی ذات والا صفات ہے۔

۲۔۔۔ دوسرے سلطان عادل (کہ اس کے عدل کی وجہ سے ملک میں فساد
پیدا کرنے سے عاجز رہتا ہوں)۔

۳۔۔۔ تیسرے غنی متواضع یعنی پاس دولت موجود ہے مگر اس کا کوئی اثر عمل مزاج میں
نہیں بلکہ طغیان کے برعکس سراپا متواضع۔

۴۔۔۔ چوتھے سچا اور دیانت دار تاجر کہ میں اس سے کبھی عاجز ہی رہا ہوں ورنہ تو اگر فاجر تاجر
مجھے ملجائے تب تو بازار کو فاسد ہی کر کے رکھ دوں۔

۵۔۔۔ پانچویں خشوع یعنی خدا سے ڈرنیوالا عالم کہ اس کے پیش کبھی میری دال نہیں گلتی
ورنہ تو اگر دنیادار اور ریاکار قسم کے علماء مجھے ملجاتے ہیں تو میرا کام انہیں کے ہاتھوں ہو جاتا ہے۔

۶۔۔۔ چھٹے خیر خواہ مومن یعنی جس شخص کے اندر دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ ہو۔

۷۔۔۔ ساتویں رحمدل مسلمان

۸۔۔۔ آٹھویں وہ گنہگار جو گناہ سے توبہ کرلے اور پھر اپنی توبہ پر قائم رہے۔ ایسے شخص
سے کبھی میرا ناک میں دم ہے۔

۹۔۔۔ نویں وہ لوگ جو حرام سے بچنے والے ہیں۔

۱۰۔۔۔ دسویں پاکی پر مداومت رکھنے والا مسلمان یعنی جو ہمیشہ طہارت پر رہتا ہو غسل
کی حاجت ہو تو غسل کرے ورنہ ہمیشہ باوضو رہتا ہو۔

۱۱۔۔۔ گیارہویں وہ مسلمان جو کثرت سے صدقہ خیرات دیتا ہو۔

۱۲۔۔۔ بارہویں وہ مومن جو حسن الخلق ہو یعنی جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

۱۳۔۔۔ تیرھویں وہ مسلمان جو لوگوں کو نفع پہونچانے والا ہو۔

چودھویں

۱۴ــــ قرآن پڑھا ہوا مسلمان (خواہ حفظ ہو یا ناظرہ) جو کہ اسکی تلاوت پہ مداوم ہو۔ یعنی برابر اس کی تلاوت کرتا ہو ۔

۱۵ــــ پندرھویں ۔ وہ لوگ جو شب بیدار اور تہجد گذار ہیں اپنے مولی کے آگے کھڑے ہوتے ہیں اور اسکی عبادت کرتے ہیں جبکہ سب لوگ ایسے وقت میں سوتے ہوتے ہیں ۔

ــــ (یہ پندرہ صفت آپکے امت کے لوگوں کی ایسی ہیں جو مجھ پہ بھاری پڑتے ہیں اور میں ان کو اپنا دشمن جانتا ہوں ۔

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ اچھا یہ بھی بتلادے کہ میری امت کے کن کن لوگوں سے تیری دوستی ہے ؟ کہا دس قسم کے لوگوں سے ــــ

۱ــــ ایک تو ظالم اور نا انصاف بادشاہ

۲ــــ دوسرے غنی شخص جو کہ متکبر ہو ۔

۳ــــ تیسرے غیر متدین تاجر

۴ــــ شراب کا پینے والا انسان

۵ــــ چغلخوری کرنے والا شخص

۶ــــ چھٹے زنا کا ارتکاب کرنے والا ۔

۷ــــ ساتویں یتیم کا مال کھانے والا ۔

۸ــــ آٹھویں نماز میں سستی کرنے والا ۔ ۹ ۔ نویں زکوٰۃ روکنے والا امیر

۱۰ــــ دسویں شیخ چلی کی طرح ادھر اُدھر کے لمبے چوڑے خیالات پکانے والا ۔

(یہ سب لوگ میرے بھائی دوست ہیں کیونکہ جن مصیبتوں میں یہ لوگ مبتلا ہیں وہ میرا سبز باغ اور زریں جال ہے جب یہ لوگ اس میں آگئے تو اب جاتے کہاں ہیں) ۔

اغوائے شیطانی کا ایک عبرتناک واقعہ

یعنی برصیصا نامی راہب کا سبق آموز قصہ

روایتوں میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص برصیصا نامی بہت عابد وزاہد تھا۔ لوگوں سے دور ایک گرجے میں رہا کرتا تھا مستجاب الدعوات تھا۔ اسلئے لوگ اپنے مریضوں کو اس کے پاس لاتے تھے وہ دعا کر دیتا تھا۔ مریض شفایاب ہوجاتے تھے (اس کے اس زہد وعبادت اور لوگوں کے بڑھتے ہوئے میلان کو دیکھ کر) ابلیس کو بڑی پریشانی ہوئی چنانچہ اس نے اپنے چیلوں (یعنی شیاطین) کو بلایا اور ان سے کہا کہ اس شخص کو کون مفتون کریگا۔ دیکھو اسکی وجہ سے لوگ خدا کے اور اسکی ولایت کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے ماننے والے بڑھتے گئے تو تمہارا سارا مشن ہی فیل ہو جائیگا۔ یہ سنکر ان شیاطین میں سے ایک سرکش بولا کہ حضور میں اس کام کا بیڑا اٹھاتا ہوں اور اگر میں نے اسکو مفتون نہ کر دیا تو آپ کا دوست نہیں۔ مجھے اپنی دوستی سے نکال دیجئے گا۔ ابلیس نے اس سے کہا کہ شاباش! ہاں!

~~ابن کا بارادہ آیدہ شیطان چیخیں کرنے~~ اچھا جاؤ اپنا کام شروع کر دو۔

وہ فوراً یہیں کر سیدھے بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے محل میں پہونچا۔ اسکی ایک نہایت ہی حسین وجمیل لڑکی تھی۔ ایسی کہ اس زمانہ میں اسکی نظیر موجود نہ تھی۔ وہ محل میں اپنے ماں باپ بھائی بہن کے درمیان رہتی تھی کہ اس نے جا کر اس پر اپنا اثر کیا اور اسکو اچانک ایسا دورہ پڑا کہ اسکی چیخ پکار اور حرکات ناشائستہ تبدیل صورت سے سب لوگ ڈر گئے۔ چنانچہ اسکے بعد سے وہ دیوانوں کی طرح رہنے لگی۔ لوگوں نے سمجھا اسے جنون ہو گیا ہے۔ اس درمیان میں وہی شیطان ایک انسان کی صورت میں شاہی محل میں آیا اور کہا کہ

مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہزادی کی طبیعت کچھ خراب ہے۔ اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اس مرض جنون سے وہ افاقہ پا جائے تو مجھے ایک بزرگ کا علم ہے اور سینکڑوں مریضوں کا تجربہ ہے آپ لوگ اس کو بھی انکے پاس لیجائیے۔ بہت اللہ والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکی دعا اور پھونک میں بڑا اثر دیا ہے۔ ایک روز میں آپ کی بچی اچھی ہو جائیگی۔ چنانچہ لوگ اسکو برصیصا کے پاس لے گئے۔ اس نے دعا کر دی وہ لڑکی ہوش میں آگئی اور اسکا جنون ختم ہو گیا۔ مگر ادھر لوگ اسکو گھر واپس لے آئے۔ اُدھر اسی شیطان نے پھر اس پہ اپنا اثر کر دیا۔ لڑکی پھر دیوانی ہو گئی۔ نہ کھانے کا ہوش نہ کپڑے کا۔ گھر والے مرض کے لوٹ آنے کی وجہ سے بہت پریشان ہو گئے کہ ایک دن وہ ہی شیطان شہزادی کی صورت میں ان کے پاس آیا اور صورت حال معلوم کر کے ان سے کہا کہ اس کا مرض سخت ہے اور دورہ شدید ہے۔ لہذا آپ لوگ اس کے معاملہ میں جلدی نہ کیجئے اور اگر کر سکتے ہو تو یہ کیجئے کہ اسکو چند دن کیلئے اسی راہب کے یہاں ہی چھوڑ آئیے اور ہو سکتا ہے کہ وہ آسانی سے اس پر راضی نہ ہو مگر آپ بادشاہ ہیں اصرار کیجئے گا تو اسکو مجبور ہونا پڑے گا۔

چنانچہ لوگ پھر اس کے پاس لے گئے اور اپنے ارادہ کا اس سے اظہار کیا اس نے انکار کیا۔ لوگوں نے اصرار کیا اور زبردستی اس مریضہ کو اس راہب کے گرجے میں چھوڑ آئے۔ برصیصا بدستور اپنے کام میں لگا رہا۔ دن کو روزہ رکھتا۔ ساری رات نماز میں گزارتا۔ ادھر شیطان نے اس لڑکی کو پریشان کرنا (یعنی اس پہ اپنا اثر ڈالنا) موقوف رکھا یہاں تک کہ راہب جب کھانے کیلئے بیٹھتا (یعنی روحانی امور سے فارغ ہو کر نفسانی کام میں لگتا) تو شیطان نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے لڑکی پر پھر حملہ کیا جسکی وجہ سے وہ اچھلی کودی اور اسکا چہرہ کھل گیا۔ عابد کی نظر اس کے چہرہ پہ پڑی جنون تو تھا ہی مفتون ہو گیا

اور دیر تک اس کو تکتا رہا۔ اسی طرح سے روزانہ اسکا نظارہ کرلیتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن علاوہ چہرہ اس کے بدن کے بعض حصہ پر بھی نظر پڑ گئی۔ اس نے ایسا بدن کاہے کو کبھی دیکھا ہوگا۔ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ یہاں تک کہ اس کے ساتھ میلا ہوا۔ اور لڑکی حاملہ ہوگئی۔

اس کے بعد شیطان ایک ناصح اور خیر خواہ کی صورت میں پھر برصیصا کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ یہ تو بہت برا ہوا کہ بادشاہ زادی حاملہ ہوگئی ہے جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوگی تو آپ کے لئے سزائے موت دھری ہے۔ لہذا اگر آپ اپنی جان کی خیر چاہتے ہوں تو میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اس کو قتل کر دیجئے۔ اور گرجے کے پچھواڑے دفن کرا دیجئے اور جب وہ لوگ اسکو لینے کیلئے آدیں تو کہہ دیجئے گا کہ بھائی اسکا مرض بہت بڑھ گیا تھا۔ پھر اسکا وقت مقررہ آچکا تھا اسلئے وہ تو انتقال کر گئی۔ لوگوں کو آپ سے اعتقاد ہے ہی آپ کی تصدیق کرلیں گے اور اس کے خلاف کا ان کو شبہ بھی نہ ہوگا۔ چنانچہ راہب کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ اٹھا اور اس نے لڑکی کو جا کر ذبح کر دیا اور گرجے کے نیچے دفن کر دیا۔

چند روز گزرنے کے بعد لڑکی والے اسکو لینے کے لئے آئے۔ برصیصا نے کہہ دیا کہ وہ تو مر گئی۔ لوگوں کیلئے وجہ تکذیب نہ تھی۔ اسکی بات کی تصدیق کی اور اپنے گھر چلے گئے۔ ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ برصیصا نے کہا کہ وہ کب کی اچھی ہو کر یہاں سے واپس چلی گئی۔ یہ سنکر لوگ واپس ہوگئے۔ لیکن جب مکان پر بھی لڑکی کو نہ پایا تو سمجھے شاید راستہ بھٹک کر کسی اور طرف چلی گئی اسلئے آس پاس اور عزیز و اقارب کے یہاں اسکو تلاش کرنے لگے۔ اسی درمیان میں شیطان ان کے یہاں پہونچا اور کہا کہ لڑکی کو کیا تلاش کرتے ہو،

لڑکی ہے کہاں؟ راہب نے اس کے ساتھ زنا کیا جسکی وجہ سے اس کو حمل رہ گیا۔ اپنی جان کے اندیشے سے اصل معاملہ کو چھپایا۔ بات یہ ہے کہ اس نے اسکو قتل کر کے گرجے کے پاس فلاں جگہ دفن کر دیا ہے۔ بادشاہ کو یہ سن کر بہت ہی غصہ آیا۔ لوگوں کو ہمراہ لیکر بھی اس راہب کے یہاں پہونچا اور بتائی ہوئی جگہ کو کھودا تو ذبح کی ہوئی لڑکی کی لاش برآمد ہوئی۔ یہ دیکھ کر اس راہب کو پکڑ بلوایا اور اسی جگہ سولی پہ لٹکا دیا (اس طرح سے پھانسی دینے سے جان ذرا دیر میں نکلتی ہے اور آدمی سسک سسک کر مرتا ہے) چنانچہ اسی حالت میں شیطان ملعون جس نے اس عابد کے زہد وعبادت کی ہری بھری کھیتی تو لوٹ ہی لی تھی اب اس کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کیلئے) اس کے پاس آیا اور برصیصا سے کہا کہ میری ہی بدولت آپ اس حالت تک پہونچے ہیں۔ یہ سب میرا ہی کیا دھرا ہے اور آپ سے کہتا ہوں کہ اب بھی اگر میں چاہوں تو آپ کو اس حال سے نجات دلا سکتا ہوں۔ اس طرح یہ کہ ان لوگوں سے کہدوں کہ تم نے اس غریب عابد کو ناحق سولی دے رکھی ہے لڑکی کو تو فلاں (دوسرے) شخص نے قتل کیا ہے اور مجھے امید سے بڑھ کر یقین ہے کہ وہ لوگ میری بات مان لیں گے۔ اور تمہاری گلو خلاصی کر دیں گے لیکن اس کیلئے ایک شرط ہے وہ یہ کہ اب تک تو تم نے اللہ کو بہت سجدے کئے ایک سجدہ مجھے کر لو تو میں تم کو اس مصیبت سے چھڑا لوں۔ برصیصا نے کہا اے بھائی میرا حال زار دیکھتے نہیں ہو کہ سولی پر لٹکا ہوا ہوں اس حالت میں تم کو سجدہ کیسے کر دوں؟ اس نے کہا کہ خیر پورا سجدہ نہ سہی میں اسپر بھی راضی ہوں کہ سر سے میری جانب سجدہ کی نیت سے اشارہ ہی کر لو۔ چنانچہ اس نے سر کے اشارے سے سجدہ بھی کر لیا۔ اسی پہ وہ شیطان کہتا گیا ہے کہ "انا بری منک" میں تم سے بیزار ہوں، میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

ابلیس کی اس گمراہی کا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ۔ کَمَثَلِ
الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اکْفُرْ فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ
الْعٰلَمِیْنَ ○ فَکَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ○ یعنی مانند
شیطان کے کہ پہلے تو وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر، پھر وہ اسکا ارتکاب کر لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ
سے بری ہوں میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ دونوں جہنم میں جائیں گے
اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

ف: دیکھا آپ نے تلبیس ابلیس۔ پہلے تو اس کو خلوت بالاجنبیہ کے گناہ میں مبتلا کیا
اور پھر اس کو بدنگاہی کا ذریعہ بنایا اور نظر بد کو مقدمہ زنا ٹھہرایا۔ بالآخر زنا میں اس کو مبتلا کیا
پھر قتل کا گناہ الگ کرایا اور جھوٹ بھی بلوایا۔ اور آخر کار غیر اللہ کا سجدہ بھی اس سے کرالیا جو
پیشانی کہ ساری رات خدا کے آگے جھکی رہتی تھی وہ شیطان کے آگے جھکائی۔ عبرت کا مقام ہے
اور پھر ان سب کا بھی انجام یہ ہوا کہ دم واپسی اس مکار نے صاف انکار کر دیا شیطان کی دوستی
کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ اللھم احفظنا۔ واقعی بڑے ہی عبرت کا واقعہ ہے اور سچ ہے کہ ؎

بے عنایات حق و خاصان حق — گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

انسان کے چار دشمن

آگے مؤلف یعنی فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ اے مخاطب جان کہ
تیرے پیچھے چار دشمن لگے ہیں اور ان سے تجھ کو مقابلہ کرنا بلکہ جہاد کرنا ہے۔

۱۔ پہلا دشمن تیرا۔ یہ دنیا ہے جو کہ نہایت ہی چالباز فریبی اور دھوکے کی ٹٹی ہے
اس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ یعنی دنیا

کی زندگی بس دھوکے کا سامان ہے۔ اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ یعنی پس تم کو یہ دنیوی زندگی اور دھوکے باز شیطان دھوکے میں نہ ڈال دے۔

۲۔ **دوسرا دشمن** ۔ خود یہ تمہارا نفس ہے۔ یہ سب دشمنوں سے بڑھ کر دشمن ہے (اسلئے کہ گھر کا بھیدی اور مار آستین اور بڑا ہی متدی اور ہٹی ہے)۔

۳۔ **تیسرا دشمن** شیطان ہے جو کہ ابلیس کی ذریت اور جنوں میں سے ہے یعنی شیطان الجن ہے۔

۴۔ **چوتھا دشمن** ۔ شیاطین الانس یعنی وہ لوگ جو ہیں تو انسان مگر شیطان کے ایجنٹ ہیں اور اس کا کام کرتے ہیں۔ ان سے بہت بچ کر رہنا اس لئے کہ انکی عداوت شیاطین الجن سے بھی زیادہ اشد ہے کیونکہ شیاطین الجن کی تمام تر کوشش کا حاصل اور اس کی انتہائی پرواز وساوس ڈالنا ہے اور بس۔ اور یہ شیاطین الانس تو ہر وقت ہر جگہ تمھارے پاس ہوتے ہیں۔ ان سے تمھارا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ برے ہم نشین ہیں کھلم کھلا اور دو بدو تم کو ستا سکتے ہیں اور ایذا پہونچا سکتے ہیں اور ہر آن ایک نہ ایک ایسا فتنہ کھڑا کر سکتے ہیں جس سے تمھارا سکون غارت اور قلب حق تعالیٰ کی جانب سے مشغول ہو جائے۔

حدیث :۔ حضرت شداد بن اوس رضؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پالے اور بعد الموت کے لئے عمل کرے۔ یعنی اس دنیا میں اس کو فکر آئندہ دائمی زندگی کی درستی کی ہو۔ نفس کا محاسبہ رکھتا ہو۔ اور اس طاعت میں اس نے اپنے کو لگا رکھا ہو جو کہ آخرت میں کام آنے والی ہے۔ الخ

ظاہر ہے کہ یہ حفظ ماتقدم کا خیال ہونا ہی اس کے عقل و فہم کی دلیل ہے۔

اور عاجز یعنی نکمّا وہ شخص ہے جو کہ نفس کے کہے اور اس کی خواہشات پر چلتا ہو اور اللہ تعالےٰ سے جنت اور مغفرت کی توقع باندھے ہو (یعنی مکافات عمل سے بالکل غافل ہو۔ اور جَو بو کر گندم کاٹنے کی فکر میں ہو۔ حالانکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ؎

گندم از گندم بروید جو زجو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

گیہوں۔ گیہوں کے بونے سے اور جَو۔ جَو کے بونے سے اُگتا ہے انسان کو پاداشِ عملؔ سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ پھر نفس کی خواہشات پر چل کر جنت کی توقع حماقت اور نکما پن نہیں تو اور کیا ہے؟

سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا ارشاد

فرمایا کہ جو لوگ اس دنیا میں آکر ہلاک (یعنی گمراہ اور بد دین) ہو گئے۔ ان کی ہلاکت پر کوئی تعجب نہیں ہے۔ تعجب تو اس پر ہے کہ جو شخص یہاں آکر نجات پا گیا وہ کیونکر نجات پا گیا۔

(مطلب یہ کہ دنیا میں اسباب غفلت اور نفس کی خواہش کے مطابق اشیا بہت ہیں جن میں پڑنا انسان کے لئے ہلاکت ہے۔ اب اگر

کوئی انسان یہاں کی کسی وادی میں گر کر ہلاک ہو گیا تو خلاف توقع کوئی بات نہیں پیش آئی۔ اس لئے قابل تعجب بھی نہیں۔ کیونکہ ہر چار طرف سے وہ دشمن کے نرغہ میں گھرا ہوا ہے اور اس کا یہ حال ہے ؎

آج آفت سے بچی جان تو کل خیر نہیں
ایسے نادان سے مشکل ہے سلامت رہنا

ہاں اگر وہ ان دشوار گذار راہوں کو مردانہ وار طے کر کے ان سے نکل گیا اور نجات پا گیا تو بے شک تعجب کی بات ہے اور بلاشبہ یہ اس کا کمال ہے اور اس پر اس کو آفریں کہنا چاہیئے ؎

للہ الحمد نہ مردیم نہ رسیدیم بدوست
آفریں باد بریں ہمت مردانۂ ما

جنت مکارہ (نفس پر شاق گذرنے والے اعمال) سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ کے چاروں طرف نفس کے بھانے والے اور اس کو فریفتہ کرنے والے باغات (یعنی خواہشات) ہیں۔ پھر انسان کے اندر ایک شیطان بھی موجود ہے جو وسوسہ ڈالتا ہے اور ایک فرشتہ بھی ہے جو اس کو امور خیر الہام کرتا رہتا ہے شیطان برابر تزئین معاصی اور ملمع سازی کرتا رہتا ہے اور فرشتہ برابر اس کو شیطانی تلبیس پر مطلع کرتا رہتا ہے۔ اب حضرت نفس جس کا ساتھ دے جاتے ہیں اسی کی جیت اور اسی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور دوسرا مغلوب ہو جاتا ہے۔

(اللہ تعالیٰ اس جنگ میں شیطان کا ساتھ دینے سے ہم کو بچائے اور

فرشتہ کی ہدایت پر عمل کرنے کو ہمارے لئے آسان فرمادے اور شیطان پر اس کو غالب کرکے ہمیں صالحین کی جماعت میں شامل فرمادے۔)

آمین یارب العالمین

تذنیب

کتاب تنبیہ الغافلین کے جس باب کا مضمون ناظرین کی خدمت میں پیش کرنا تھا وہ باب تو ختم ہوا۔ اب جی چاہتا ہے کہ اسی کتاب سے بنی اسرائیل ہی کے ایک دوسرے عابد کا واقعہ بھی بیان کردیا جائے جس سے آپ کو اس کا اندازہ ہوگا کہ شیطان کا کام تو اغواء کرنا ہے ہی وہ تو کرے گا۔ اور بڑے بڑوں کو اس نے نہیں چھوڑا۔ چنانچہ برصیصا کو کہاں سے کہاں گرا کے رہا۔ اس کو یہ موقع اسی وقت ملتا ہے جبکہ خود انسان کے اندر کوئی خامی موجود ہوتی ہے۔ سقوط مشائخ کے جتنے بھی واقعات کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں وہاں ضرور ایسا ہوا ہے کہ عبادت میں خلوص نہیں تھا یا ابتداءً تھا مگر بعد میں ختم ہوگیا۔ جس کا اثر ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مہلت ملی تاکہ وہ اپنے کو درست کرلے مگر جب اس نے خدا کی مہلت سے فائدہ نہیں اٹھایا تو پکڑ لیا گیا۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

لطفِ حق با تو مواساہا کند ؎

چوں بحد گذرد ترا رسوا کند

حق تعالیٰ کا کرم اور ان کی چشم پوشی تم کو بہت مہلت دیتی ہے لیکن
جب معاملہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر وہ تم کو رسوا کر دیتا ہے۔ ایسا بھی ضرور
ہوتا ہے۔ لیکن اگر انسان کے اندر اخلاص ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے
صحیح اور سچا تعلق ہوتا ہے اور اس کی کامل محبت ہوتی ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ
اس کو بچا بھی لیتے ہیں اور ابلیس کی بڑی سے بڑی تار عنکبوت سے
زیادہ نہیں ثابت ہوتی۔

بنی اسرائیل کے ایک عابد کا واقعہ

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو عبادت اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ
بہت ہی زیادہ حسین و جمیل بھی تھا گویا حسن سیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ
نے اس کو حسن صورت سے بھی نوازا تھا۔

ذریعہ معاش یہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے کچھ چٹائی وغیرہ بناتا تھا اور
اس کو فروخت کر کے گذر بسر کرتا تھا۔ ایک مرتبہ شاہی محل کی جانب اس کا جانا
ہو گیا۔ ملکہ کی باندی نے محل میں سے اس کو دیکھا اور بھاگی ہوئی ملکہ کے پاس
گئی اور کہا کہ ایک ایسا شخص میں نے دیکھا ہے جو کچھ بیچ رہا ہے کہ ایسا
حسین انسان میری نظر سے آج تک کوئی گذرا ہی نہیں۔ ملکہ نے کہا اسکو
محل کے اندر بلا لا۔ چنانچہ باندی باہر جاکر اس کو بلا لائی۔ اور ملکہ کے پاس
پیش کیا۔ ملکہ نے جب اس کو دیکھا تو اس پر عاشق ہو گئی اور ان سے کہا کہ اپنی

یہ سب چٹائیاں وغیرہ تو الگ رکھ دیجئے اور یہ لباس پہن لیجئے۔ اور باندی سے کہا کہ خلوت خانہ میں خوشبو وغیرہ کا انتظام کر۔ اور ان بزرگ سے کہا کہ اب آپ یہیں ہمارے پاس رہئے اور اب آپ کو یہ چٹائی بنانے اور بیچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے سب مصارف ہمارے ذمہ ہیں۔ اور آئیے ہمارے ساتھ خلوت خانہ میں چلئے۔ عابد یہ منظر دیکھ کر بہت گھبرایا اور کہا کہ مجھ سے یہ کام نہ ہوگا۔ ملکہ نے کہا تم محل سے باہر تو جا سکتے نہیں۔ اس لئے تمہیں تو ہمارا کہنا ماننا ہی پڑے گا۔ اور نوکروں کو حکم دیا کہ کمرے کے دروازے بند کر دیے جائیں۔ چنانچہ سب دروازے بند کر دیئے گئے۔

عابد بہت پریشان ہوا۔ نجات کی کوئی صورت سمجھ میں نہ آئی۔ مکان کے سب دروازے بند ہو چکے تھے۔ ایک راستہ ذہن میں آیا۔ ملکہ سے پوچھا کہ اس کمرہ کے اوپر بھی کوئی چھت ہے اور تنہائی کی کوئی جگہ ہے میں ذرا وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ ہاں ہاں بہت اچھی جگہ ہے۔ آپ ضرور اس سے فارغ ہو جایئے اور باندی کو آواز دی کہ آپ کے لئے اوپر وضو کا سامان پہنچاؤ۔

جب عابد اوپر گیا تو دیکھا کہ بہت اونچا محل ہے اور اوپر سے نیچے اترنے کی کوئی سبیل نہیں (یعنی دیواریں چکنی ہیں اور کہیں پیر کا امکان نہیں ہے) اس وقت عاجز ہو کر اپنے نفس کو ملامت کرنے لگا کہ — افسوس صد افسوس! آج ستر سال کی عمر گذری کہ تو اپنے رب کریم کی رضا ڈھونڈھتا رہا اور شب و روز اسی کا حریص تھا کہ کون سا عمل کرے کہ اللہ تعالیٰ

ماضی ہو جائیں۔ لیکن ہائے افسوس کہ آج ایسی شب آ گئی کہ اس کی وجہ سے تیرے ستر سالہ عبادت پر پانی پھرنے والا ہے۔ جا دور ہو ظالم! واقعی تو بڑا ہی خائن ہے۔ دھوکے باز اور بے وفا ہے۔ اگر آج کی حالت آ ہی گئی اور اس نے تیرے سب عمل (زہد و عبادت) پر پانی پھیر ہی دیا تو وہ سب تو کالعدم ہو جائیں۔ بس یہی آج کا عمل لے کر خدا کے یہاں جانا اور خدا کو منہ دکھانا۔ جا بے حیا۔ بڑا تجھ سے دھوکا ہوا اور تو نے تو مجھے ایسی جگہ مارا جہاں پانی بھی نہ مل سکا۔

اسی طرح سے وہ اپنے نفس پر دیر تک عتاب کرتا رہا۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر کار نفس کو بالکل آمادہ کر لیا کہ اپنے کو محل کے اوپر سے نیچے زمین پر گرا دے۔ چنانچہ کودنا ہی چاہتا تھا کہ اللہ تعالے کی رحمت کو جوش آ گیا۔ جبرئیل کو پکارا۔ حضرت جبرئیل لبیک لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ میرے اس بندے کو دیکھ رہے ہو۔ میری معصیت اور میرے عذاب سے بچنے کی خاطر محل پر سے کودنے جا رہا ہے۔ جاؤ اس کو اپنے پروں کو اور دیکھو خبردار اس کو ذرا سی خراش بھی نہ لگنے پائے۔ یہ سنتے ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے بازو پھیلا دیئے۔ اور ان پر اس کو روک لیا اور پھر دھیرے سے زمین پر اتار دیا جس طرح سے کہ ایک مہربان اور شفیق ماں اپنے بچے کو نرمی سے گود میں لیتی ہے اور گود سے اتارتی ہے۔ فرمایا کہ پھر وہ وہاں سے سیدھا اپنے گھر آیا اور چٹائی اور لکڑی وغیرہ وہیں

محل میں چھوڑ دیا۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ بیوی نے پوچھا کہ چپاتی تو
پک گئی ہو گی پیسے کہاں ہیں؟ عابد نے کہا کہ آج دام ملے نہیں۔ بیوی
نے کہا پھر بھلا آج روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے۔ کہا جانے بھی دو
آج کچھ نہ کھائیں گے۔ لیکن تم یہ کرو کہ تنور میں آگ تو جلا ہی لو اس لئے
اگر گھر سے دھواں نہ اٹھے گا تو پڑوسی سمجھیں گے کہ آج ان کے یہاں
کچھ کھانے کو نہیں ہے اور ہماری وجہ سے بلا وجہ وہ سب تکلیف میں پڑینگے
چنانچہ بیوی اٹھی اور جا کر اس نے چولہے میں آگ جلا دی اور پھر آکر
عابد کے پاس بیٹھ گئی۔ اتنے میں پڑوس کی ایک عورت آئی اور کہا کہ
بہن آگ جلائی ہو؟ تھوڑی سی آگ ہمیں دے دو۔ عابد کی بیوی نے کہا
چولہے میں سے جا کر لے لو۔ چنانچہ وہ باورچی خانہ میں گئی اور آگ لیکر
پھر اس کے پاس آئی اور کہا کہ بہن تم یہاں بیٹھی باتیں کر رہی ہو اور
تمہاری روٹی جو تندور میں پڑی ہے پک گئی ہے۔ جاؤ جلدی نکالو
نہیں تو جل کر کوئلہ ہو جائے گی۔ یہ کہہ کر وہ تو چلی گئی اور یہ اٹھ کر
باورچی خانہ میں گئی۔ دیکھا کہ واقعی تنور خوب دہک رہا ہے اور اس
میں نہایت ہی عمدہ روٹی پک کر بالکل تیار موجود ہے۔ سمجھ گئی کہ یہ خدائی
عطیہ ہے۔ اس نے روٹی کو تنور سے نکالا اور طباق میں رکھ کر عابد
کے پاس لائی اور اس سے کہا کہ یہ محض آپ کی برکت اور کرامت
سے ملی۔ اللہ تعالے کے آپ مقبول بندے ہیں۔ آپ ہی کے لئے خدا
نے اس کو بھیجا ہے لہذا اب دعا کر دیجئے کہ ساری عمر ہم پہ اسی طرح

وسعت رہے۔ عابد نے کہا جو کچھ ادھر مل گیا ہے بس اسی پر قناعت کر۔ اور راضی رہ۔ مزید کی فرمائش نہ کر (لیکن عورت ذات کو کہاں صبر)۔ اس کے سر ہو گئی کہ نہیں ایکی دعا کیجئے۔ یہاں تک اصرار کیا کہ اس سے قبولا کیے مانی۔

جب آدھی رات ہوئی تو عابد نے نماز پڑھی اور اللہ تعالےٰ سے دعا کی کہ (پروردگار آپ نے جن نعمتوں سے نوازا ہے وہ ہماری سے کہیں زیادہ ہے) لیکن میری بیوی نے مجھ سے دعا کرنے کی درخواست کی ہے اس لیے عرض ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے یا رب تو اسی طرح سے وسعت رزق کا معاملہ جاری فرما۔ ادھر وہ عابد دعا سے فارغ ہوا ادھر وہ چھت کھلی اور ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس میں ایک ایسا قیمتی یاقوت تھا کہ در و دیوار جس کی چمک سے جگمگا اٹھے۔ پاس ہی بیوی سو رہی تھی۔ عابد نے اس کے پیر ہلائے اور کہا کہ اٹھ کر بیٹھ اور جو مانگا تھا یہ آیا ہے لے اس کو۔ اس نے نیند کے خمار ہی میں کہا ارے ہٹئے۔ جلدی نہ کیجئے۔ بس ابھی آپ نے مجھے جگا دیا۔ میں اس وقت ایک بہت ہی عمدہ خواب دیکھ رہی تھی۔ ایک کرسی دیکھا سونے کی جس میں یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ نہایت ہی عمدہ اور حسین تھی۔ لیکن ایک جگہ اس میں ذرا سی ٹوٹی تھی جیسے کوئی ہیرا نکل گیا ہو۔ میں نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا یہ کس کی کرسی ہے؟ انھوں نے کہا کہ تمہارے شوہر کے لیے بچھائی گئی ہے وہ

اس پر آکر بیٹھیں گے۔ میں نے کہا کہ یہ ذرا سا عیب اس میں کیسے ہو گیا ہے۔ کوئی نگ جھڑ گیا ہے کیا؟

لوگوں نے کہا کہ اس میں ایک یاقوت جڑا ہوا تھا مگر اس کی بیوی نے کوئی فرمائش کی اور دنیا میں ملنے کی جلدی مچائی اس لئے یہاں سے نکال کر وہاں بھیج دیا گیا ہے۔ یہ تو خواب میں دیکھا (اور اس کے بعد اب دیکھ رہی ہوں کہ تم ایک یاقوت مجھے دے رہے ہو کہ لو یہ وہاں سے آیا ہے تو ہو نہ ہو یہ وہی یاقوت ہے جو تمہاری کرسی سے نکال کر لایا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ عیب دار ہو گئی ہے) لہذا مجھے ایسی چیز درکار نہیں ہے جس کی وجہ سے آپ کی کرسی عیب دار ہو جائے پس اللہ تعالیٰ سے پھر دعا فرمائیے کہ اس کو واپس لے کر وہیں لگوا دیں عابد نے پھر دعا کی اور وہ ہاتھ واپس ہو گیا۔ سبحان اللہ کیسا ایمان تازہ کر دینے والا واقعہ ہے۔ سچ ہے ؎

در کریم سے سائل کو کیا نہیں ملتا
جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگے

واقعہ عجیبہ

اصغر مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎ شعاع مہر تو دیتا سب ہے جذب کی طاقت سے
حقیقت ورنہ سب معلوم ہے پرواز شبنم کی

بلاشبہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہی دستگیری کرتی ہے تب ہی کام بنتا ہے۔ ورنہ تو گندہ بندہ جو کہ سراپا آلودہ عصیاں ہے۔ اس کی کیا مجال حق تعالےٰ تک رسائی کا دم بھر سکے اور جب وہی چاہتے ہیں تو ناپاک سے ناپاک کو بھی بندۂ پاک بنا لیتے ہیں۔ ایسے واقعات سے کتب سیرو تاریخ بھری ہوئی ہیں۔ اسی سلسلہ کا ایک عجیب وغریب واقعہ آپ کو سُناتا ہوں۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن گھر میں میری طبیعت بہت گھبرائی۔ قلب میں ایک بے چینی اور گھٹن سی ہونے لگی۔ دل بہلانے کے خیال سے دریائے نیل کے کنارے تفریح کرنے چلا گیا۔ وہاں پہونچ کر یک بیک جی چاہا کہ اس پار چلوں۔ چنانچہ کشتی میں سوار ہو گیا۔ اور لوگ بھی موجود تھے لیکن میں اپنی بے پریشانی کی وجہ سے ایک کنارہ اکڑو مکڑو بیٹھ کر اپنا سر اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان میں رکھ کیا۔ کشتی روانہ ہوئی۔ میں نے سر اس وقت اوپر اُٹھایا جبکہ کشتی بیچ دریا میں پہونچ چکی تھی۔ لیکن جب میں نے سر اُٹھایا تو عجیب منظر دیکھا۔ یہ دیکھا کہ ایک گانے بجانے والی جوان عورت نہایت ہی حسین وجمیل میری داہنی جانب بیٹھی ہوئی ہے اور اس کی گود میں ستار وسارنگی ہے اور سامنے جام وسبو دھرا ہے۔ اور بائیں جانب ایک نہایت خوبصورت جوان بہت ہی بیش قیمت لباس زیب تن کیے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔

مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر میں نے کہا الہی توبہ! اور اپنے نفس کو
دل ہی دل میں یوں ملامت کرنے لگا کہ واہ میاں واہ! بوڑھے ہو گئے ہو
اور ستر سال اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنے کے بعد آج اس نوبت کو
پہونچے ہو کہ شرابیوں کا مجمع ہے اور اللہ تعالےٰ کی کھلم کھلا نافرمانی
کرنے والوں کے درمیان موجود ہو۔ (اسی مبارک مجلس کی شرکت
کے لئے یہ سب بے چینی تھی کیا؟ ارے نفس تجھے خدا سمجھے) اسی طرح
میں اپنے نفس کو لعنت و ملامت کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں اس عورت
نے میری جانب رُخ کیا اور شوخی کے ساتھ کہا کہ یا شیخ! شراب
حاضر ہے شوق فرمائیے۔ میں نے کہا اگر میرا مالک ہی مجھے پلائے گا
تو ضرور پیوں گا۔ (شیخ کا یہ فرمانا شراب نوشی پر رضا اور اس کی
دعوت کو قبول کرنے کے قبیل سے نہ تھا۔ بلکہ چونکہ ان حضرت
پر قضا و قدر کا غلبہ ہوتا ہے اور خود کو مسخر سمجھتے ہیں۔ اس لئے
جانتے ہیں کہ جو بھی ادھر سے پیش آئے انجام کے لحاظ سے خیر ہی
ہوگا۔ چنانچہ یہاں بھی اچانک دل کا مضطر ہو جانا، اور سیر دریا
کو دل چاہنا، پھر پار جانے کی خواہش ہو اور پھر کشتی میں ان سب
اسباب کا مجتمع ہو جانا، اس کو حضرت نے جانا کہ بلا وجہ نہیں ہے۔
اس میں کچھ راز ہے اس لئے یہ جواب بطور رضا و تسلیم بارِ خالق
کے دیا جسکو اس نے اجازت شراب نوشی جانا) ساتھ والے مرد سے
کہا کہ او بھائی ایک جام بھر کر شیخ کو بھی دو۔ چنانچہ اس نے ایک

پیالہ شراب سے لبریز مجھے بھی دیا۔

میں نے شراب کا پیالہ پینے کو تو ہاتھ میں لے لیا لیکن اس کو لیتے ہی مجھ پر ایک عجیب و غریب کیفیت طاری ہو گئی اور میں ہاتھ میں پیالہ لیئے دیر تک خاموش رہا۔ یہ دیکھ کر اس عورت نے پھر کہا کہ اے شیخ کیا ہماری شراب پینے سے آپ کو انکار ہے۔ فرمائیے تو سہی کہ آپ انتظار کیسا؟ اس کا انتظار تو نہیں کہ میں گانا شروع کروں تب آپ پینا شروع کریں۔ یا یہ خیال تو نہیں ہے کہ آپ ہی کچھ سنانا چاہتے ہیں تاکہ پینے کی ابتدا پہلے ہم کریں۔ اس لئے یہ توقف ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں یہی بات ہے۔ میں ہی کچھ سنانا چاہتا ہوں پہلے اس کو سن لو پھر پینا پلانا۔ اس نے یہ سن کر کہا بہت بہتر آپ ہی کچھ سنائیں۔ ہم پہلے آپ کے اشعار سن لیں گے پھر اپنا کام کریں گے۔ چنانچہ میں یوں مترنم ہوا ؎

(۱) [illegible] من فتیۃ و خمار

فی ظلمۃ اللیل نغمۃ القار

(۲) یا [illegible] الجلیل یسمعہ

یحسن صوت و دمعہ جار

(۳) و [illegible] فی التراب عفرہ

وقلبہ فی محبۃ البار

(۱) یعنی گانے بجانے والیوں سے کہیں زیادہ حسین اور

کیفیت آور نغمۂ تاریک میں کسی قاری کا قرآن پڑھنا ہوتا ہے

(۲) سبحان اللہ! اس کی خوبی کا کیا پوچھنا کہ رب جلیل جس کو سُن رہا ہو اور اس کے پڑھنے کی کیفیت یہ ہو کہ نہایت خوش الحانی کے ساتھ دل سے پڑھ رہا ہو اور آنکھ سے اس کے آنسو جاری ہوں۔ چہرہ اور رخسارہ خاک آلود ہو اور قلب میں باری تعالیٰ کی محبت موجزن ہو۔

یَقُوْلُ یَا سَیِّدِیْ وَیَا اَمَلِیْ　　اَشْغَلَنِیْ عَنْكَ ثِقْلُ اَوْزَارٍ

اِغْفِرْ ذُنُوْبِیْ لِاَنَّهَا عَظُمَتْ　　وَلَمْ تَزَلْ یَا جَلِیْلُ غَفَّارٍ

ذَاكَ غَدًا فِی الْجِنَانِ مَسْکَنُهٗ　　بِدَارِ قُدْسٍ بِقُرْبِ جَبَّارٍ

یَسْکُنُ مَعَ زَوْجَةٍ تُشَاکِلُهٗ

بِاَحْسَنِ مُخْتَارٍ لِمُخْتَارٍ

اسی حال میں یوں دعا کر رہا ہوں کہ اے میرے آقا اور اے میری امیدگاہ مجھ کو میرے گناہوں کے انبار نے آپ کی طاعت سے ہٹا رکھا۔ میں گو میرے گناہ بہت ہی زیادہ ہیں لیکن آپ سے بخشش کی توقع ہے اس لئے کہ آپ میرے دیرینہ کرم فرما ہیں۔ ایسا قرآن کا پڑھنے والا اور اپنے خالق سے مناجات کرنے والا کل کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اور ملک جبار کے قریب ہی دار قدس اسکا جائے قیام ہوگا اور صورت و سیرت میں اسی کے ہم شکل

اس کو نہایت حسین بیوی ملے گی کیا کہنے اس حسین اور کیا
کہنے اس حسینہ کے۔

اس گانے والی عورت نے جب ان اشعار کو سنا تو بیہوش ہو کر گر پڑی۔ جب افاقہ ہوا تو اٹھی اور ریشم و دیباج کا لباس جو پہنے ہوئے تھی اُسے اُتار کر معمولی لباس پہن لیا۔ ستار اور سارنگی کو توڑ ڈالا اور شراب کو سمندر میں پھینک دیا اور مجھ سے کہا کیا حضرت میں بھی اگر اپنے مالک سے توبہ کروں تو کیا وہ مجھ جیسی گنہگار کو قبول کرے گا۔ میں نے کہا۔ ہاں ہاں اس کے یہاں کسی کے لئے رکاوٹ نہیں ہے۔ اس نے تو اپنی کتاب حکیم میں فرمایا ہے کہ هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ۔

"یعنی خدا ہی وہ ذات ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کی لغزشوں کو معاف کرتا ہے۔"

یہ سنتے ہی اس نے اپنے چہرہ سے نقاب سرکایا اور میرے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ مجھ میں اور میرے آقا میں مصالحت کا واسطہ چونکہ آپ ہوئے ہیں۔ لہذا ایک بار پھر میرے لئے سفارش فرما دیجئے کہ وہ میرے سابقہ گناہوں اور گزشتہ کوتاہیوں کو معاف فرمادے۔

حضرت ذوالنون مصری رح فرماتے ہیں کہ اتنے میں کشتی دریا

کے اس پار پہونچ گئی اور ہم سب اتر گئے۔ ان لوگوں نے اپنی راہ لی اور میں نے اپنی راہ لی۔ پھر اس کے بعد بہت دنوں تک نہ میں نے اس عورت کو دیکھا اور نہ مجھے اس کا کچھ حال معلوم ہوا۔ عرصہ گذرنے کے بعد ایک سال میں حج کو گیا۔ ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ دیکھا کہ ایک جوان عورت پراگندہ حال کعبہ کا غلاف پکڑے رو رہی ہے اور یوں فریاد کر رہی ہے کہ اے میرے مالک رات آپ نے جس نشہ میں مجھ کو مخمور رکھا اور جس شراب سے مجھے لطف اندوز فرمایا اس کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ میرے گناہ کو بخش دے۔ میں نے جب شراب و خمار سنا تو یہ سمجھ کر کہ کوئی کھانے پینے والی عورت معلوم ہوتی ہے اس کو منع کیا اور کہا کہ ارے چپ بھی رہ ایسے مقدس مقام میں بھی وہی شراب و خمار کی باتیں۔ یہ سنکر وہ بولی کہ ذوالنون چلو ہٹو اپنا کام کرو میرے معاملہ میں دخل نہ دو۔ تم کیا جانو کہ میں کس چیز کا واسطہ دے رہی ہوں بلا سمجھے بغیر اعتراض کر بیٹھے سنو بات یہ ہے کہ گذشتہ شب میری ایسی مبارک گذری ہے کہ کچھ کہنے کو نہیں۔ تمام رات میں مولا کی محبت کے جام سے مسرور تھی اور صبح ہوئی تو اس حال میں کہ ان کی شراب محبت سے مخمور تھی۔ یہ دونوں اوقات میرے مقدس سے چونکہ عمدہ گذر گئے اسلئے میں نے انہیں کا واسطہ دے کر اس وقت دعا کی۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں (کہ مجھے اپنی بدگمانی پر بڑی ندامت

ہوئی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اسکی زبان سے اپنا نام سن کر حیرت بھی ہوئی)
میں نے کہا کہ اللہ کی بندی تجھے میرا نام کیسے معلوم ہو گیا۔ اس نے کہا کہ آپ
نے شاید مجھے پہچانا نہیں۔ میں وہی لونڈی ہوں جس نے دریائے نیل میں
کشتی میں آپ کے ہاتھ پہ توبہ کی تھی۔ میں نے کہا ارے تو وہ ہے۔ یہ تو
بتا تیرا وہ حسن وجمال کیا ہوا۔ اس کے جواب میں اس نے یہ اشعار پڑھے:۔

ذَهَبَتْ لِذَّةُ الصِّبَا فِي الْمَعَاصِي وَبَقِي بَعْدَ ذَاكَ أَخْذُ النَّوَاصِي

نوجوانی اور شباب کی امنگ تو گناہ میں گذری۔ اب اس کے بعد چوٹی
پکڑ کر مالک کے سامنے پیش کیا جانا ہی باقی ہے۔

وَمَضَى الْحُسْنُ وَالْجَمَالُ وَمَالِي عَمَلٌ أَرْتَجِيهِ يَوْمَ الْخَلَاصِ

اپنا حسن وجمال تو سب رخصت ہو گیا اور اب یہ فکر دامنگیر ہے کہ اپنے
پلے تو کوئی ایسا عمل ہے نہیں کہ جس کی وجہ سے قیامت میں خلاصی
کی امید وار ہو سکوں۔

غَيْرَ ظَنِّي بِاللّٰهِ وَهُوَ جَمِيلٌ فِيهِ أَخْلَصْتُ غَايَةَ الْإِخْلَاصِ

ہاں البتہ ایک چیز کا سہارا ضرور ہے اور وہ ہے اپنے مولا کے ساتھ میرا
حسن ظن۔ اسلئے کہ وہ بڑا ہی مہربان اور عمدہ خلق والا۔ بس اس چیز کو
تو میں نے انتہائی اخلاص کے ساتھ پکڑ رکھا ہے۔

یہ کہہ کر مجھ سے کہا کہ آپ ذرا ٹھہرئے میں ابھی آتی ہوں۔ اس کے بعد وہ
ایک طرف کو گئی اور فوراً ہی واپس آئی اور ایک طباق ساتھ لائی جس میں کچھ تازہ
کھجوریں انجیر اور انگور تھے۔ (حالانکہ ان چیزوں کا موسم نہیں تھا) لا کر میرے

سامنے رکھدیا۔ میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ دیکھو ذوالنون ستر سال تک عبادت کرنے کے بعد بھی تم اس مقام تک نہ پہونچ سکے۔ جہاں یہ اللہ کی بندی چند دنوں میں پہونچ گئی۔ مجھے یہ خیال ہوا ہی تھا کہ وہ بولی یا شیخ جانتے ہیں کہ کیا بات ہے؟ بات یہ ہے کہ میں نے جب صدق دل سے اپنے آقا اور مولا کی جانب توبہ کی اور دلی ندامت کے ساتھ اپنے گناہوں کا اعتراف کیا تو اس نے بھی مجھے صدق توکل دولت سے نوازا اور پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

عِشْ غَرِيبًا وَلَا تَذِلْ لِخَلْقٍ ‏ وَاطْلُبِ الرِّزْقَ فِي الْبِلَادِ الْحَبِيبِ
ثُمَّ سِرْ فِي الْبِلَادِ شَرْقًا وَغَرْبًا ‏ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْقَرِيبِ الْمُجِيبِ
فَعَسَى أَنْ تَنَالَ مَا تَرْتَجِيهِ ‏ بِيَدِي لِلُّطْفِ مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ

یعنی غریب اور اجنبی ہو کر زندگی بسر کرو۔ اور کسی مخلوق کے آگے ذلت کے ساتھ ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ رہی روزی سو اسکو دیارِ حبیب میں تلاش کر۔

پھر خدا کی زمین میں شرقًا و غربًا جہاں چاہو خوب گھومو پھرو اور توکل اس ذات پر کرو جو قریب بھی ہے اور مجیب بھی ہے۔

عجب نہیں کہ تم اپنی امید کو پہونچ جاؤ اور لطف الہٰی کے ہاتھوں تمہاری خواہش بہت ہی قریبی جگہ سے پوری ہو جائے۔

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں سر جھکائے اس کی باتوں کو سن رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے سر جو اٹھا کر دیکھا تو اس کو غائب پایا۔

مولفؒ فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ مقربین کے یہی حالات ہوتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے مخاطب سن! دیکھ خدا کے دربار سے ہٹنا مت۔

اگرچہ تجھے وہ دھتکار دیا جائے اور اس کے در سے ٹلنا مت۔ اگرچہ دروازہ بند کر دیا جائے۔ مترجم عرض کرتا ہے۔ اسی کو خواجہ صاحبؒ یوں فرماتے ہیں ؎

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

آپ کی تنشیط طبع کے لئے صفحہ ۲۱ پر آئے ہوئے عربی اشعار کا اردو اشعار میں ترجمہ پیش ہے۔

حسین تحفہ

گانے والی کے راگ و گانے سے	۱	کہیں بہتر ہے نغمۂ قاری
شب بیدار یک وہ ہو خوش الحان	۲	دل سے پڑھتا ہو آنکھ ہو جاری
اس کے پڑھنے کا حسن کیا کہنا	۳	سن رہا ہو جسے مرا باری
ظاہری حال بھی یہ اس کا ہو	۴	خوف خالق سے گریہ ہو طاری
رکھ دیا ہو زمین پر رخسار	۵	حب حق دل میں جاری و ساری
کہہ رہا ہو کہ اے مرے آقا	۶	اے مری آرزو! مرے باری
مجھ کو تجھ سے جدا کیا جس نے	۷	وہ زیادہ مری سیہ کاری
ہے گزارش تو بخش دے مجھ کو	۸	جرم ہلکا نہیں بہت بھاری
تیری ذات ہے کریم اے رب	۹	شان مولا تری ہے غفاری
بخش دے جرم اور دے جنت	۱۰	میرے مولا! مجھے نہ کر ناری

اس طرح روکے دل ہلا ڈالے ۱۱ اپنا بھی غیر کا بھی ، وہ قاری
ایسا قاری قرآن کل ہوگا ۱۲ خلد میں مہمان سرکاری
جوڑا اس کو ملے گا اس جیسا ۱۳ حور جنت - جو حسن ہی ساری
سب کہیں گے تجھے مبارک ہو
یہ حسین تحفہ رب کا اے قاری

وھھنا قد تمت الرسالہ والحمد للہ
اوّلاً و آخراً - ولا الٰہ الا اللہ
واستغفر اللہ - واسألك
الجنة واعوذ بك
من النّار
تمّ